نبی کریم ﷺ کے اَخلاق عالیہ وعاداتِ حسنہ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت:

مغربی اہل علم کے مثبت رجحانات اور صحیحین کی احادیث

مبشر حسین*

Abstract:

The Prophets and Messengers, peace be upon them, have always been protected by God form all kind of sins due to their high social and moral standing among their nations, in order to perform the duty assigned to them by God and, therefore, the Prophets lived their lives in a way that was the best and the prefect in all respects. Muhammad (PBUH), the last Prophet of God, has been considered at the top of the list of all the Prophets in this regard. Though his Western critics have left no stone unturned to distort the true image of the Prophet Muhammad (PBUP), in order to discredit Islam, yet there are numerous significant Western/non-Muslim writers who have, realizing the truth, recognized the Prophet (PBUH) as the most successful and influential figure of the human history at all levels. In particular, his moral attitude has been significantly discussed by many Western scholars in detail. This paper attempts to shed light on the moral aspect of the Prophet's life as discussed and narrated by his companions and reported in the Sunni hadith compendiums, especially in Bukhari and Muslim, the two most authentic hadith collections.

تعارفی پس منظر

انبیاء ورسل اپنی قوم اور معاشرے کے صالح ترین افراد ہوتے ہیں اور انہیں اللہ کی طرف سے معصومیت کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ ان کے علاوہ کسی اور بڑے سے بڑے شخص کو بھی یہ درجہ نہیں ملتا۔ انبیاء ورسل کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو نبوت ورسالت سے پہلے ان سے کوئی ایسا عمل سرزَد ہوتا ہے جو مقامِ نبوت کے منافی ہو اور نہ ہی نبوت ملنے کے بعد ان سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب ہوا جو ان کی نبوت کو مشکوک ٹھہرا سکتا تھا بلکہ انبیاء ورسل شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کی خصوصی پناہ میں رہے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی حفاظت فرماتے رہے تاکہ وہ نبوت ورسالت کی اس عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی پورا کر سکیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی نبوت ورسالت کی ذمہ داری کو کماحقہ پورا فرمایا، لیکن ان تمام کی مکمل اور مستند تاریخ حیات محفوظ نہیں، سوائے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے۔ غیر مسلم اہل قلم نے پیغمبر علیہ السلام کی ذات کو صدیوں تک اپنے بے جا تعصب کا نشانہ بنائے رکھا ہے، البتہ پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں بہت سے منصف مزاج مغربی اہل قلم نے اس روایت کو بدلنے کی کوشش کی ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی سچی تصویر کی جھلکیاں اپنی تحریروں میں پیش کی ہیں اور آپ علیہ السلام کو دنیا کا ایک "نہایت

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

کامیاب" یابقول بعض "سب سے بڑا کامیاب" مصلح، ہادی، اور قایدتسلیم کیاہے۔ لیکن یہ مطالعہ و تحقیق ابھی زیادہ تر مغربی اہل علم کی تحریروں میں آپ علیہ السلام کے "بحیثیت بشر" کے تناظر میں کیا گیاہے، "بحیثیت نبی" کے ابھی ان چیزوں پر ایمان لانا ان کے ہاں باقی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے پُر نور پہلوؤں میں سے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ وعادات حسنہ کے پہلو کا مطالعہ اس حوالے سے ایک جھلک پیش کرتا ہے کہ ایک پیغمبر میں وہ کیا اخلاقی خوبیاں ہوتی ہیں جو اسے معاشرے میں ایک کامیاب مصلح وہادی کا کردار ادا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس مضمون میں بخاری و مسلم کی مستند روایات کی روشنی میں یہ جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مغربی اہل علم کا پیغمبر علیہ السلام کے اخلاقی پہلو کا مطالعہ

آپ علیہ السلام نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو قریش مکہ نے آپ علیہ السلام پر تنقید اور مذمت میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن ان کے مقابلے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر اپنے صحابہ سے فرمایا: "کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کی گالی گلوچ اور لعن طعن سے کس طرح محفوظ فرما دیا ہے؟ وہ تو مُذمَّم کو گالیاں دیتے ہیں اور مُذمَّم پر لعنت بھیجتے ہیں جبکہ میں "محمدؐ" ہوں۔"[1] یعنی میرا نام "محمدؐ" ہے اور "محمدؐ" کا تو معنی ہی یہ ہے کہ "سب سے زیادہ تعریف کیے جانے والا"۔

یہی حدیث آج بھی ہمیں یاد آتی ہے جب ہم اہل مغرب کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ہر موقع پر آپ علیہ السلام کے خلاف نقد کیا لیکن انہیں میں آپ علیہ السلام کا دفاع کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیے۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ مغربی غیر مسلم اہل قلم نے پیغمبر علیہ السلام کی ذات کو ہمیشہ اپنے بے جا تعصب کا نشانہ بنایا ہے، البتہ پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں بہت سے منصف مزاج مغربی اہل قلم نے اس روایت کو بدلنے کی کوشش کی ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی سچی تصویر کی جھلکیاں اپنی تحریروں میں پیش کی ہیں۔ ایسے معتدل اور منصف مزاج مصنفین کی فہرست روز بروز بڑھتی جارہی ہے، جس کا احاطہ یہاں ممکن نہیں[2]، تاہم اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مشہور برطانوی شاعر W. B. Yeats (1865–1939 CE) نے اپنی بہت سی نظموں میں اسلام اور پیغمبر علیہ السلام کی حقانیت اور صداقت و دیانت داری کی دل کھول کر تعریف کی ہے اور آپ علیہ السلام کے اخلاق عالیہ کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔[3]

اسی طرح ایک اور برطانوی فوجی کمانڈر اور صحافی Colonel R. V. C. Bodley (1892–1970 CE) جس نے سات سال عرب معاشرے میں گزارے، نے اپنے ذاتی مشاہدے اور مطالعے کے بعد پیغمبر علیہ السلام کے

بارے میں " The Messenger: The Life of Muhammad " کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں، Minou Reeves کے بقول، انہوں نے آپ علیہ السلام کی سادہ مگر سچی و سُچی زندگی اور اخلاق عالیہ کی صحیح عکاسی پیش کی ہے۔[4] ایک موقع پر مصنف نے آپ علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ کی ایک مثال اس طرح پیش کی ہے:

"The Muslims follow the example of the founder of their faith who ruled Arabia but had no compunction about dining with a slave or sharing his dates with a slave or a beggar. Could a man who was not inspired have brought such an international brotherhood into being? Does not the scoffing of the anti-Muslims rather reflect on themselves? "[5]

"مسلمان اپنے مذہب کے بانی کے اُسوہ کی پیروی کرتے ہیں جنہوں نے عرب پر حکومت کی لیکن دوسری طرف انہیں کبھی ایک غلام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لینے میں یا کسی غلام یا فقیر کے لیے اپنی کھجوریں بانٹنے پر شرمندگی / ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جس کا کوئی مثبت اثر معاشرے پر قایم نہ ہوا ہو (جیسا کہ بہت سے مغربی ناقدین کا دعویٰ ہے)، وہ ایک عالمی برادری قایم کر جاے؟ کیا غیر مسلموں کا طنز خود انہی پر صادق نہیں آتا؟"

اسی طرح مشہور امریکی سائنس دان مایکل ہارٹ (Michael M. Hart, 1932 CE) نے *The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History* میں دنیا کے سو بڑے مذہبی اور سیاسی لیڈروں، فلسفیوں، دانشوروں اور سائنس دانوں کے کارناموں کا تجزیہ کرتے ہوے جس شخصیت کو سر فہرست رکھا وہ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور نہ کوئی مغربی دانشور، بلکہ وہ پیغمبر اسلام تھے جن کے بارے میں مایکل نے لکھا ہے کہ

"My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels.[6]"

"میں نے محمد (علیہ السلام) کو دنیا کے مؤثر ترین افراد کی فہرست میں سب سے اوپر رکھا ہے جس سے بعض قارئین کو حیرانی ہو گی اور بعض کو اعتراض بھی، لیکن وہی تاریخ میں ایسی ہستی ہے جو مذہبی اور دنیاوی دونوں سطحوں پر مکمل طور پر کامیاب دکھایی دیتی ہے۔"

مائیکل ہارٹ نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ان وجوہات پر بھی بات کی ہے جن کے پیش نظر انہوں نے محمد علیہ السلام کو انسانی تاریخ کا سب سے کامیاب شخص قرار دیا ہے۔

علوم اسلامیہ کی جرمن نژاد پروفیسر این میری شمل (Annemarie Schimmel, 1922-2003) معاصر مغربی مصنفین میں اس لحاظ سے بہت نمایاں ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں بہت سے حقایق کی صحیح عکاسی کی ہے اور مغربی اعتراضات کا مدلل رد لکھا ہے۔ آپ کی کتاب: *And Muhammad is His Messenger: The Veneration of the Prophet in Islamic Piety* (1985) اس ضمن میں خاص مطالعے کے لایق ہے جس میں انہوں نے آپ علیہ السلام کی روحانی واخلاقی پہلوؤں کی بہت سی تفصیلات قلمبند کی ہیں جن سے مغربی اہل قلم اکثر صرف نظر کر جاتے ہیں۔

اسی طرح جان اڈیر John Adair (b. 1932) جو مختلف جامعات میں لیڈر شپ اسٹڈیز کا پروفیسر رہا ہے، نے پیمغبر اسلام کی قایدانہ صلاحیتوں پر لکھی اپنی کتاب The Leadership of Muhammad (2010) میں آپ علیہ السلام کی کامیاب زندگی کا بحیثیت ایک عرب شہری اور عرب قاید کے مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کی بہت سے قایدانہ خوبیوں کا نہایت عمدگی سے تجزیہ کیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ ان خوبیوں کا بڑا حصہ آپ علیہ السلام کی اخلاقی قدروں اور پاکیزہ وعاجزانہ کردار سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً مصنف نے ایک بات یہ لکھی ہے کہ کسی بھی کامیاب لیڈر کے لیے "عاجزی" ایک بہت بڑی خوبی ہے اور یہ خوبی محمد (علیہ السلام) میں بہت زیادہ دکھایی دیتی ہے۔[7] اسی طرح مصنف نے آپ علیہ السلام کی خُلقی خوبیوں کو لیڈر شپ کے ساتھ مربوط کر کے آپ کی کامیابیوں کا تجزیہ کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور معاصر مصنفہ Karen Armstrong (b.1944) نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر اپنی منصفانہ تحریروں کے پیش نظر کافی شہرت حاصل کی ہے۔ آپ کی کتابوں مثلاً، *Muhammad: A Biography of the Prophet* (1991) اور *Muhammad: A Prophet for Our Time* (2006) میں پیغمبر اسلام کے ذاتی اخلاق وکردار اور آپ علیہ السلام کی طرف سے دی گی اخلاقی تعلیمات پر بہت مناسب تفصیلات جمع کی گی ہیں اور اس ضمن میں مغرب میں اٹھاے جانے والے بہت سے منفی اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

جن مغربی مصنفین نے آپ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کو موضوع بحث بنایا ہے، ان کی فہرست خاصی لمبی ہے۔ یہاں چند مثالیں پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ اب مغرب میں بھی نبوت ورسالت کے بہت سے اہم پہلوؤں پر نظر ثانی کی روایت زندہ ہو رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیرت طیبہ پر منصف مزاج مغربی اہل قلم کی اکثریت نبوت ورسالت پر یقین نہیں رکھتی، تاہم وہ پیغمبر اسلام کی بہت سی خوبیوں کو بحیثیت ایک "مثالی انسان"

کے دیکھتے ہیں اور اسی تناظر میں وہ اسلام کی بہت سی اخلاقی قدروں کو فروغ دیتے ہوے مسلمانوں کو عالمی برداری کا ایک اہم حصہ خیال کرنے پر زور دیتے ہیں۔ ذیل میں پہلے ہم نبوت ورسالت اور اس کی ضرورت واہمیت پر بات کریں گے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاق وعاداتِ حسنہ پر، جو یقیناً اس قابل ہیں کہ اگر ان کی صحیح روایات کو ایک غیر مسلم بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے دشمن کے سامنے بھی رکھا جاے تو وہ اپنے رویے پر نظر ثانی پر مجبور ہو جاتا ہے۔

نبوت ورسالت اور اس کی ضرورت واہمیت

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے دوسرا عقیدہ، عقیدۂ رسالت (یعنی ایمان بالرسالۃ) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان لایا جائے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر تھے، ان پر بذریعہ وحی اللہ کی طرف سے اَحکام نازل ہوتے تھے، اوران میں سے ہر نبی کی اطاعت وفرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور اب قیامت تک کے لیے صرف آپؐ ہی کی اطاعت واتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ پہلے نبیوں کی لائی ہوئی شریعتوں اور اَدیان کے مقابلے میں اب صرف آپؐ ہی کے لائے ہوئے دین وشریعت (یعنی اسلام) پر عمل کیا جائے گا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی کامل واَکمل شریعت سے نوازا ہے جس نے پہلی تمام شریعتوں کی ضرورت کو ختم کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو ایک کامل شریعت دے کر پہلے نبیوں کی شریعتوں کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمادیا۔ اس لیے اب ہدایت ورہنمائی کا مأخذ صرف اور صرف اسلام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ [سورۃ آل عمران:۱۹]

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، اسلام ہی ہے۔"

﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [آل عمران:۸۵]

"جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے۔ انسانوں سے اللہ تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کریں، اور اسی تقاضے کو پورا کرنا عبادت (اپنے وسیع تر مفہوم میں) کہلاتا ہے مگر انسانوں کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ زندگی کے فلاں معاملہ میں اللہ کا حکم یہ ہے اور فلاں میں یہ؟ یہی بتانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور نبیوں کا انتخاب فرمایا، چنانچہ ہر معاشرے اور قوم میں سے اللہ تعالیٰ نے صالح ترین شخص کو اپنا نمائندہ

اور سفیر (یعنی رسول / نبی) منتخب کیااور وحی کے ذریعے اس پر اپنے اَحکام نازل کیے تاکہ وہ ان اَحکام کو دوسرے لوگوں تک پہنچائے اور خود بھی ان پر عمل کر کے یہ بتائے کہ ان اَحکام پر اس طرح عمل کرنا ہے۔ ہدایت ورہنمائی چونکہ تمام انسانوں کی بنیادی ضرورت تھی اس لیے اس مقصد کی خاطر روزِ اول ہی سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی قوم ایسی نہ چھوڑی، جہاں اس نے اپنا کوئی نبی یا رسول نہ بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ [سورۃ النحل:۳۶]

"بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ [سورۃ فاطر:۲۴]

"کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں ڈر سنانے والا [پیغمبر] نہ گزرا ہو۔"

رسولوں کی بعثت کی دوسری ضرورت یہ تھی کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے اَحکام لوگوں تک پہنچا کر ان پر حجت پوری کر دینا چاہتے تھے۔ رسولوں کی بعثت کے اس مقصد کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [سورۃ النساء۱۶۵]

"اور ہم نے رسول بنائے، خوشخبریاں سنانے والے بھی اور متنبہ کرنے والے بھی، تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت اور الزام نہ رہ جائے۔" [کہ اللہ نے رسول نہ بھیجا]

سائنس اور ٹیکنالوجی کی موجودہ پیش رفت کی وجہ سے یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ شاید آج انسانیت نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات سے مستغنی ہو گئی ہے، کیونکہ :

1. اول تو اس لیے کہ ٹیکنالوجی کی تمام تر ترقی کے باوجود کسی انسان کے لیے آج بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے مادی علم کی بنیاد پر خدا کی رضا کا ٹھیک ٹھیک نسخہ تجویز کر سکے کیونکہ نہ تو وہ اس علم کی بنیاد پر خدا تک رسائی پا سکتا ہے اور نہ ہی خدا کی طرف سے اس پر کوئی وحی آسکتی ہے۔ گویا اس کے مادی ذرائع علم اس سلسلہ میں اس کے کسی کام نہیں آسکتے خواہ یہ ذرائع آج کی نسبت کہیں زیادہ ترقی کر جائیں، مگر اس کے باوجود انسان انبیاء ورسل کا ہمیشہ محتاج رہے گا، اس لیے کہ انبیاء ورسل ہی وہ واحد ہستیاں ہوتی ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی (یعنی خدائی پیغام) کا نزول ہوتا ہے اور لوگوں کی ہدایت ورہنمائی سے متعلقہ اَحکام سے صرف انہیں ہی آگاہ کیا جاتا ہے۔

2. دوسری بات یہ ہے کہ انسانی ترقی محض مادی ترقی کا نام نہیں بلکہ مادی ترقی سے زیادہ ضروری اَخلاقی وروحانی ترقی ہے اوراس سلسلہ میں نبیوں اور رسولوں نے جو تعلیمات پیش کر دی ہیں،ان سے کامل و مکمل تعلیم کوئی اور پیش نہیں کر سکتااوراس اَخلاقی وروحانی ترقی کی منزلیں اس وقت تک طے نہیں کی جاسکتیں جب تک نبیوں اوررسولوں کی بتائی ہوئی تعلیمات کی مکمل پیروی اختیار نہ کی جائے۔

3. تیسری وجہ یہ ہے کہ دنیامیں ہر عقلمند انسان اپنے لیے کسی جامع شخصیت کوماڈل بناتاہے،جبکہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نہیں جو جامع کمالات کہلاسکے اوراس میں کسی قسم کا نقص اور عیب نہ پایاجاتاہو۔دنیامیں نبیوں کے علاوہ جتنے بڑے لوگ گزرے ہیں ان میں ذاتی خوبیوں کے مقابلے میں نقائص وخامیاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ان کی شہرت اور مقبولیت کی بڑی وجہ ان کی کسی خاص خوبی کا غالب آجاناتھا،مثلاً کوئی صرف ذہانت ہی کی وجہ سے مشہور ہوا،کوئی صرف سخاوت کی وجہ سے،کوئی صرف شجاعت کی وجہ سے،کوئی صرف سیاست کی وجہ سے،کوئی صرف عدل وانصاف کی وجہ سے اور کوئی صرف حکمت ودانائی کی وجہ سے،مگر ان میں سے کوئی شخصیت ایسی نہ ہوئی جو بیک وقت ساری خوبیوں کے ساتھ متصف ہو۔اور یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مشاہیر کی زندگی کا ایک آدھ پہلو جتنا زیادہ مشہور و مقبول ہوا،باقی پہلو اتنے ہی تاریک اور غیر مقبول رہے۔حتی کہ ان کی زندگی کے باقی پہلوایسے ہیں جنہیں مثالی حیثیت سے پیش ہی نہیں کیاجاسکتا۔خلاصہ یہ کہ انبیاء کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہ تھی جسے دوسرے انسان ہر لحاظ سے اپنے لیے نمونہ بناسکیں۔

نبی اوررسول معاشرے کے سب سے پاکیزہ اور صالح افراد ہوتے ہیں

نبوت ایک وہبی چیز ہے کسبی نہیں،یعنی یہ ایسی چیز نہیں جو محنت وریاضت کے بعد کسی بھی انسان کو حاصل ہو جائے،اور جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے نبوت کا فیصلہ کر دیاہو،اسے اللہ تعالیٰ انسانی خواہشات کا مادہ ہونے کے باوجود ہر ایسے عمل سے بچالیتے ہیں جو نبوت ورسالت کے مقام ومرتبہ کے منافی ہو۔اس کی نبوت ورسالت کے بعد کی زندگی جس طرح بے داغ ہوتی ہے،اسی طرح نبوت ورسالت سے پہلے کی زندگی بھی برائی کے شائبہ سے پاک ہوتی ہے۔اسے ہی "عِصْمَتِ اَنْبِیَآء "کہاجاتاہے۔یعنی تمام انبیاء ورسل انتہائی پاکیزہ ،متقی اور صالح اَفراد ہوتے ہیں۔اپنے معاشرے میں بھی وہ معزز،باکردار اور بے داغ ہوتے ہیں اور اللہ کی نگاہ میں بھی وہ منتخب اَفراد ہوتے ہیں۔اس بارے میں چند قرآنی آیات ملاحظ فرمائیں:

ا۔سورۃ الانعام میں چند ایک نبیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كُلًّا هَدَيْنَا...... كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ...... وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ...... وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

[سورۃ الانعام: آیات ۸۴ تا ۸۷]

''ہر ایک کو ہم نے ہدایت سے نوازا...... یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے...... ہر ایک کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی...... اور ہم نے انہیں مقبول بنایا اور ہم نے انہیں راہِ راست کی ہدایت کی۔''

۲۔ سورۃ الانبیاء میں چند پیغمبروں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴾ [سورۃ الانبیآء: ۷۲، ۷۳]

''اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی، اور وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔''

۳۔ اسی طرح سورۃ صٓ میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے بارے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴾ [سورۃ ص: ۴۵ تا ۴۷]

''ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کرو، جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے۔''

۴۔ سورۃ صٓ ہی کی اگلی آیت میں یہی بات حضرت اسماعیل اور حضرت اَلْیَسَعْ کے بارے بھی کہی گئی ہے۔

۵۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے بارے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۳۰]

''ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہے۔''

۶۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ﴾ [الاعراف: ۱۴۴]

''میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی کے ساتھ دوسرے لوگوں پر تمہیں برتری عطا فرما دی ہے۔''

قرآن مجید میں مختلف انبیاء اور ان کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جسے اپنے نبی کی نبوت ورسالت سے پہلے اس کے اَخلاق وکردار کے حوالے سے کسی قسم کا اعتراض رہا ہو، بلکہ کسی نے اگر اعتراض کیا بھی تو وہ نبوت ملنے کے بعد ہی کیا اور وہ بھی محض تعصب اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں، ورنہ اپنے نبی کے اَخلاق وکردار، شرافت وصداقت، امانت ودیانت، اور نیکی وراست بازی کے وہ دل سے معترف تھے، مثلاً نبی اکرمؐ کے اخلاق وکردار سے کفار مکہ اتنامتاثر تھے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال تک وہ آپ کو صادق اور امین ہی کہا کرتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو یہی لوگ ہٹ دھرم بن کر آپ کی ذات کے خلاف طرح طرح کا پروپیگنڈا کرنے لگے۔ اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی شرافت، ذہانت، اچھائی اور نیکی کی وجہ سے ان کی قوم ان سے بڑی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھی مگر جب حضرت صالح علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ مجھے اللہ نے پیغمبر بنادیا ہے تو ان کی وہی قوم ان کے خلاف ہوگئی۔ اس واقعہ کی طرف قرآن مجید نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

﴿قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ﴾

[سورۃ ھود:۶۲]

”انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بڑی امیدیں لگائے بیٹھے تھے، کیا تو ہمیں ان کی عبادت سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں؟ ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔“

حاصل کلام یہ کہ انبیاء ورسل اپنی قوم اور معاشرے کے صالح ترین افراد ہوتے تھے اور انہیں اللہ کی طرف سے معصومیت کا درجہ دیا جاتا تھا جبکہ ان کے علاوہ کسی اور بڑے سے بڑے شخص کو بھی یہ درجہ نہیں ملتا۔ انبیاء ورسل کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو نبوت ورسالت سے پہلے ان سے کوئی ایسا عمل سرزَد ہوا جو مقامِ نبوت کے منافی ہو اور نہ ہی نبوت ملنے کے بعد انہوں نے کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو ان کی نبوت کو مشکوک ٹھہرا سکتا تھا، بلکہ انبیاء ورسل شروع ہی سے اللہ کی خصوصی پناہ میں رہے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی حفاظت فرماتے رہے تاکہ وہ نبوت ورسالت کی اس عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی پورا کریں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے۔ تمام انبیاء نے اپنی نبوت ورسالت کی ذمہ داری کو کماحقہ پورا فرمایا۔ لیکن ان تمام کی مکمل اور مستند تاریخ حیات محفوظ نہیں، سوائے خاتم النبیین ﷺ کے۔ اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی پُرنور پہلوؤں میں سے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کے پہلو کا مطالعہ اس کی ایک جھلک پیش کرتا ہے کہ ایک پیغمبر میں وہ کیا اخلاقی خوبیاں ہوتی ہیں جو اسے معاشرے میں ایک کامیاب مصلح و

ہادی کا کردار ادا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ذیل میں بخاری و مسلم کی مستند روایات کی روشنی میں یہ جھلک دکھانے کی کوشش کی گی ہے۔

آپ ﷺ کا حسنِ اخلاق اور عاداتِ حسنہ:

1۔ حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ

"میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر تشریف لے جانے کے لیے [مسجد سے] نکلے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ آگے آپ کو چند بچے ملے۔ آپؐ نے ایک ایک کر کے ان میں سے ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔ پھر آپؐ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپؐ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور عمدہ خوشبو کو اس طرح محسوس کیا کہ گویا آپؐ نے اپنا ہاتھ عطر فروش کی صندوقچی سے نکالا ہے۔"[8]

2۔ خالد بن سعید کی بیٹی ام خالدؓ بیان کرتی ہیں کہ

" میں بچپن میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور اس وقت میرے جسم پر زرد رنگ کی قمیص تھی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ام خالد! یہ کپڑا بہت عمدہ ہے۔ ام خالد کہتی ہیں کہ میں آپ کی مہر نبوت[9] کے ساتھ کھیلنے لگی لیکن میرے والد نے مجھے ڈانٹتے ہوئے روک دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بچی کو کھیلنے دو۔"[10]

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام بچوں کے ساتھ کس طرح شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور انہیں بچہ سمجھتے ہوے کبھی نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اپنے قیمتی وقت سے انہیں بھی حصہ دیا اور ان سے متعلق کوئی نہ کوئی بات کی یا نصیحت فرمائی، یا پیار دیا۔

3۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

"میں نے مسلسل دس سال اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کی اور اس دوران آپؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہا اور [کسی غلطی پر کبھی] یہ بھی نہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا؟"[11]

4۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا تو میں نے (زبان سے یونہی) کہہ دیا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا لیکن میرے دل میں تھا کہ میں

ضرور جاؤں گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے۔ چنانچہ میں نکل پڑا، اور بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں وہاں ٹھہر گیا) اچانک رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی پکڑلی۔ میں نے آپ کی جانب نظر اٹھائی تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپؐ نے کہا، اے بچے انس! کیا وہاں جاتے ہو جہاں میں نے تمہیں جانے کے لیے کہا ہے؟ تو میں نے عرض کی، ہاں! اللہ کے رسولؐ میں ابھی جاتا ہوں۔"[12]

معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام اپنے ماتحتوں / غلاموں / خادموں کے ساتھ بھی نہایت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور انہیں بحیثیت انسان پوری عزت دیتے تھے اور ان کے ساتھ دور جاہلیت میں ہونے والے ظالمانہ سلوک کے برعکس انہیں برابر کے حقوق عطا فرمائے۔

5۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

"میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہیں جارہا تھا، اس وقت آپؐ پر دھاری دار نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا۔ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا، اے محمد! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ دو۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا پڑے، پھر آپ نے اسے کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔"[13]

معلوم ہوا کہ کسی جاہل یا ظالم کے غلط رویے پر بھی آپ علیہ السلام اسے معاف کر دیتے اور اس کے رویے کو اپنے لیے اَنا کا مسلہ نہیں بناتے تھے کیونکہ آپ علیہ السلام تو سب کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گے تھے[14]۔

6۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

"نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر حسین تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور تمام لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ (دشمن کی آمد کی افواہ سن کر) گھبرا اُٹھے۔ جب لوگ اس طرف بھاگے جدھر سے آواز آئی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگے سے نبی اکرم ﷺ [گھوڑے پر سوار چلے] آ رہے ہیں کیونکہ آپؐ تمام لوگوں سے پہلے آواز کی جانب پہنچ گئے تھے اور آپ فرما رہے تھے، ڈرو نہیں! ڈرو نہیں!... آپؐ ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بغیر زین ہی سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپؐ نے اس گھوڑے کے بارے میں فرمایا: میں نے اسے نہایت تیز رفتار پایا ہے۔"[15]

معلوم ہو کہ آپ علیہ السلام اپنے لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے بھی متفکر رہتے تھے اور عملی طور پر بھی ان کی مدد کے لیے پیش پیش رہتے تھے۔

7۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپؐ نے [موجود ہونے کے باوجود] اس سے انکار کیا ہو۔''[16]

8۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے اتنی بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان سما سکیں تو آپؐ نے اس کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم! محمد ﷺ تو اس قدر عطا کر دیتے ہیں کہ آپ کو فقر وافلاس کا بھی خوف نہیں ہوتا۔''[17]

9۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ حنین سے واپس آ رہے تھے کہ [ایک جگہ] کچھ دیہاتی لوگ آپؐ سے [مالِ غنیمت] مانگتے ہوئے آپؐ سے اس طرح چمٹ گئے کہ [پیچھے ہٹتے ہٹتے] آپ کیکر کی جھاڑیوں سے جا لگے حتی کہ آپ کی چادر اس میں اُلجھ گئی۔ آپ ﷺ رک گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر لوٹا دو، اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی مال ہوتا تو میں وہ سارا تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، غلط بیانی کرنے والا اور چھوٹے دل والا نہ کہہ پاتے۔''[18]

10۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ادا کر لیتے تو مدینہ کے غلام لونڈیاں [خادم] اپنے برتنوں میں پانی لے کر آپؐ کے ہاں پہنچ جاتے۔ جو شخص بھی برتن لے کر آتا آپؐ [برکت کے لیے] اس کے برتن میں اپنا ہاتھ ڈبوتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ موسم سرما میں صبح سویرے ہی پانی کے برتن لے آتے مگر پھر بھی آپؐ [برکت کے لیے] اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈال دیتے۔''[19]

آپ علیہ السلام اپنی ذات کے لیے مال جمع نہیں کرتے تھے اور نہ آپ کو فقر وفاقہ کا کبھی خوف لاحق ہوا۔ دوسری طرف سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ جمع ہوتا وہ سب کچھ لوگوں میں بانٹ دیتے!

11۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ

"اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑتی، اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔"[20]

12۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ

"ایک عورت جس کی عقل میں کچھ خلل تھا، نے اللہ کے رسول سے کہا: مجھے آپؐ سے کچھ کام ہے۔ آپؐ نے اس سے کہا، اے ام فلاں! تم جس گلی میں چاہتی ہو [میں جانے کے لیے تیار ہوں] تاکہ تمہارے کام آسکوں۔ چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ ایک طرف چلے گئے حتی کہ جو کام اس نے کہنا تھا، کہہ دیا۔"[21]

یہ آنحضرت ﷺ کی عاجزی کی دلیل ہے کہ نچلے طبقے کے کسی فرد کے ساتھ بھی آپ ﷺ نہایت نرمی اور پوری توجہ کے ساتھ پیش آتے۔ کیا آج کے حکمران ایسی مثال پیش کرسکتے ہیں!

13۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ

"نبی کریم ﷺ نہ گالی گلوچ کرتے تھے، نہ فحش گو تھے، اور نہ ہی لعن طعن کرنے والے تھے۔ آپؐ غصہ کے وقت بھی صرف اتنا ہی کہتے: 'اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو!'"[22]

غصہ کی حالت میں انسان قابو سے باہر ہو جاتا ہے اور غیر مناسب گفتگو کر جاتا ہے، لیکن آپ علیہ السلام کو اپنی ذات پر اتنی قدرت تھی کہ غصہ کے وقت بھی آپ نے کبھی ایسی زبان استعمال نہیں کی جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتراض ہو۔

14۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ

"آپؐ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! آپؐ مشرکین پر بد عا فرمائیں، مگر آپؐ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"[23]

اسلام کے ابتدائی دور میں غیر مسلموں کی طرف سے مسلمان ہونے والوں کو جس طرح اذیت دی جاتی تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ مطالبہ کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود آپ علیہ السلام نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے دشمنوں پر بد دعا کریں۔

15۔ حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ

"نبی اکرم ﷺ پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپ کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھتے تو ہم اسے آپ کے چہرے [کے تاثرات] سے پہچان لیتے تھے۔"[24]

اس سے آپ علیہ السلام کی شرم وحیا کے مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

16۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ اس طرح تحمل سے بات کرتے کہ اگر کوئی آپ کی بات کے الفاظ گننا چاہتا تو با آسانی گن لیتا۔ اورآپ اس طرح تیز تیز باتیں نہیں کرتے تھے جیسے تم لوگ کرتے ہو۔"[25]

اس سے آپ علیہ السلام کے تحمل مزاجی کا بخوبی ادراک کیا جاسکتا ہے۔

17۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی اتنا قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے حلق کا کوّا نظر آئے۔ آپ تو بس مسکرایا کرتے تھے۔"[26]

اس سے آپ علیہ السلام کی سنجیدہ مزاجی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

18۔ حضرت اَسود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ

"نبی اکرم ﷺ گھر میں کیا کچھ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ نماز کے لیے چلے جاتے تھے۔"[27]

اس سے آپ علیہ السلام کا گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک اور روحانی مقام و مرتبہ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

19۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ

"اللہ کے رسول ﷺ کو جب کبھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپؐ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا، اور اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے اور آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بات کا انتقام نہیں لیتے تھے، البتہ جب اللہ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ اللہ کی رضا کے لیے انتقام لیا کرتے تھے۔"[28]

20۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ

"نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی راہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی [جاندار] کو نہیں مارا، حتی کہ اپنی کسی بیوی اور خادم پر بھی آپؐ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اگر کسی شخص سے کبھی آپ کو کچھ تکلیف پہنچی تو آپؐ نے اس سے انتقام بھی نہیں لیا۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے تھے۔"[29]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے دور میں اگر کوئی جنگ لڑی، یا حدود قایم کیں تو یہ سب اللہ کے حکم اور مرضی کے ساتھ کیا، ورنہ اپنی ذاتی خواہشات کے پیش نظر یا مادی مفادات کی خاطر آپ علیہ السلام نے ایسا کوئی اقدام ہرگز نہیں کیا۔ آپ علیہ السلام کی مذکورہ بالا خوبیاں حدیث کی کتابوں میں روایت ہوئی ہیں، البتہ دیگر الہامی کتب میں بھی آپ علیہ السلام کی خوبیوں کا ذکر موجود ہے۔ اس سلسلہ میں صرف ایک روایت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

"حضرت عطاء بن یسارؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ملاقات کی اور ان سے عرض کیا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے اس وصف کے بارے میں بتائیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا: ہاں ضرور بتاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! تورات میں آپ ﷺ کی بعض صفات تو وہ ہیں جو قرآن پاک میں بھی مذکور ہیں مثلاً [قرآن اور تورات دونوں میں آپؐ کے بارے کہا گیا:] "اے نبیؐ! بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ کو [اہلِ ایمان پر] گواہ، [جنت کی] خوشخبری دینے والا اور [گنہگاروں کو عذاب سے] ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔" [تورات میں اس کے علاوہ آپؐ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "[آپ ﷺ اُمّی [ناخواندہ] لوگوں کی جائے پناہ ہیں۔ آپؐ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کا نام مُتَوَکِّلْ [اللہ پر خوب توکل کرنے والا] رکھا ہے۔ آپ ﷺ بد خُلق نہیں ہیں، نہ ہی سخت مزاج ہیں، نہ ہی بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں اور نہ ہی آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں، بلکہ آپؐ معاف کرنے اور دعائے مغفرت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک فوت نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ﷺ کے سبب گمراہ قوم کو راہِ راست پر نہ لے آئیں گے، حتی کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ اس [دین] کی وجہ سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بے حس دل کھول کر رکھ دے گا۔"[30]

خلاصہ کلام

ان روایات میں حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے اخلاقی پہلو کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے جس میں ہمیں آپ علیہ السلام کی ذات ہر لحاظ سے کامل و مکمل نمونہ دکھائی دیتی ہے اور ایسا نمونہ نبی و رسول کے علاوہ کسی شخص میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لیے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "مجھے بنی آدم کے ہر دور کے بہترین طبقوں [نسلوں] میں یکے بعد دیگرے منتقل کیا جاتا رہا حتی کہ میں اس موجودہ دور میں پیدا ہوا۔"[31] اور حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، پھر کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، پھر قریش سے بنوہاشم کو منتخب کیا اور پھر بنوہاشم سے مجھے منتخب کیا۔"[32] مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا سلسلۂ نسب شروع سے آخر تک نہایت معزز خاندانوں اور شریف لوگوں پر مشتمل رہا۔ آنحضرت ﷺ کا اُسوہ حسنہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے اور زمان و مکان میں کیسا ہی تغیر و تبدل رونما ہوتا رہے، آپ کی دی ہوئی ہدایات میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ ہمارے لیے رہنمائی موجود ہے کیونکہ آپ علیہ السلام نے اپنی عملی زندگی میں ایسے جامع اصول چھوڑے ہیں کہ ان کی روشنی میں تاقیامت پیش آمدہ مسائل میں رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں آپ کی ذاتِ گرامی کے بارے یہ کہا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [سورۃ الاحزاب:۲۱]

"بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

حوالہ جات

1 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح (المعروف بہ: صحیح بخاری)، کتاب المناقب، باب فی ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، حدیث 3533، (الریاض: دار السلام، طبع 2001)۔

2 اس ضمن میں، جزوی اختلاف رائے سے قطع نظر، مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں:

Thomas Carlyle, Michael Hart, W. B. Yeats, W. M. Watt, Colonel R. V. C. Bodley, John Adair, Frederick Quinn, Matthew Dimmock, Annemarie Schimmel, Karen Armstrong, John Esposito, Norman Daniel, John Tolan, etc.

3 تفصیل کے لیے دیکھیے: صلاح سلیم علی، "Ishraqi Themes in the Poetry and Prose of William Blake and William B. Yeats," *Hamdard Islamicus* 16:3 (1993), 37–61؛ شمس الاسلام، *The Influence of Eastern*

عدنان محمد؛ *Philosophy on Yeats's Later Poetry, Twentieth Century Literature* 19:4 (1973), 283–290
وزان، "Arabia in Yeats's Poetry," *Islamic Studies* 29:1 (1990), 92–98.

4 Reeves, Minou. *Muhammad in Europe: A Thousand Years of Western Myth-Making.* (New York: New York University Press, 2000).p280.

5 R. V. C. Bodley, *The Messenger: The Life of Mohammed* (New York: Doubleday, 1946), 8–9.

6 Michael Hart, *The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History* (New York: Citadel Press, 1992), 8،3.

7 John Adair, *The Leadership of Muhammad* (London: Kogan Page, 2010), 18.

8 قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب ریحہ ﷺ ولین مسہ، ح۲۳۲۹، (الریاض: دار السلام، طبع 1998)۔

9 مہر نبوت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن سرجسؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ روٹی اور گوشت [ثرید] تناول کیا... پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے ہوا تو اس مہر نبوت کو دیکھا جو آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان بائیں شانے کی نرم ہڈی کے پاس تھی۔ یہ مہر، بند مٹھی کی مانند تھی اور اس پر مسوں کی مانند سیاہ رنگ کے بہت سے تل تھے۔" (دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ وصفتہ ومحلہ من جسدہ ﷺ ح2366)۔ اور حضرت سماک بن حربؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہؓ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ حلیہ مبارک بیان کیا ہے: "رسول اللہ ﷺ کی داڑھی اور سر مبارک کے اَگلے حصہ میں کچھ سفید بال آ گئے تھے، جب بال بکھرے ہوتے تو یہ سفید بال دکھائی دیتے مگر جب آپ ﷺ تیل لگا لیتے تو بالوں کی یہ سفیدی چھپ جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی داڑھی کے بال گھنے تھے۔ ایک آدمی نے حضرت جابرؓ سے پوچھا: کیا اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ حضرت جابرؓ نے کہا، نہیں بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سورج اور چاند کی طرح منور اور گول تھا اور میں نے آپ ﷺ کے کندھے کے قریب مہرِ نبوت کو دیکھا جو [مقدار میں] کبوتری کے انڈے جتنی اور [رنگت وغیرہ میں] آپ ﷺ کے جسم مبارک ہی کے مشابہ تھی۔" ایضاً۔

10 صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ (ح۳۰۷۱)

11 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء، ح۶۰۳۸؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقہ ﷺ (ح۲۳۰۹)۔

12 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقہ ﷺ (ح۲۳۰۹)۔

13 صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبیؐ یعطی۔۔۔ (ح۳۱۴۹)؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، (ح۱۰۵۷)۔

14 جیسا کہ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں محمد ہوں، میں احمد بھی ہوں، میں مُقَفّیٰ ہوں [مُقَفّیٰ کا مطلب ہے: تمام پیغمبروں کے آخر میں آنے والا]۔ میں حاشر ہوں [جمع کرنے والا]، میں توبہ والا نبیؐ ہوں [یعنی اللہ کے حضور زیادہ توبہ کرنے

والا ہوں] اور میں رحمت والا نبیؐ ہوں [یعنی میں تمام جہان والوں کے لیے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں]۔" دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الفضایل، باب فی اسمایہ، حدیث 2355۔

15 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق (ح۶۰۳۳)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل (ح۲۳۰۷)

16 صحیح بخاری، ایضاً (ح۶۰۳۴)؛ صحیح مسلم، ایضاً، باب ما سئل الرسول شیئاً قط فقال لا (۲۳۱۱)۔

17 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائہ ﷺ (ح۲۳۱۲)

18 صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب الشجاعۃ فی الحرب (ح۲۸۲۱)

19 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربہ ؐمن الناس وتبرکھم بہ (ح۲۳۲۴)

20 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الکبر (ح۶۰۷۲)

21 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب قربہ ؐمن الناس وتبرکھم بہ (ح۲۳۳۶)

22 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبیؐ فاحشاولا متفحشا (ح۶۰۳۱)۔

23 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا (ح۲۵۹۹)۔

24 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجہ الناس بالعتاب (ح۶۱۰۲)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیائہ (ح۲۳۲۰)۔

25 صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی (۳۵۶۸، ۳۵۶۷)؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ (۲۴۹۳)

26 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک (ح۶۰۹۲)۔

27 صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ فخرج (ح۶۷۶)۔

28 صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبیؐ (ح۳۵۶۰)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل حدیث (۲۳۲۷)۔

29 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ للآثام واختیارہ من المباح اسھلہ (ح۲۳۲۸)۔

30 بخاری، کتاب البیوع، باب کراھیۃ السخب فی السوق، حدیث 2125۔

31 صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ (ح۳۵۵۷)۔

32 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیؐ وتسلیم الحجر علیہ (ح۲۲۷۶)؛ جامع الترمذی (ح۳۶۰۶)۔